جہات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرمایہ ومحنت کے تصادم کا حل

جب مسلمان یہ کہتے ہیں، کہ قرآن وسنت میں انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور قیامت تک چاہے لاکھ انقلابات آئیں اور تبدیلیاں رونما ہوں ہمیں کسی دوسری ہدایت کی ضرورت نہیں ہے یہ کتاب زندہ ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تابندہ رہبری کے لیے کافی ہے تو یہ ادعائے محض نہیں بلکہ حقیقت ہے جو صدیوں تک وقت کی کسوٹی پر پرکھی گئی اور اس نے اپنا لوہا منوالیا۔

موجودہ دور میں معاشیات نے انسانی زندگی میں جو اہمیت حاصل کر لی ہے وہ ظاہر ہے یہاں تک کہ آج کل مختلف نظامہائے حکومت کی بنیاد ہی نظام معیشت پر ہے پہلے نظام معیشت نظام ریاست کا ایک جزء رہتا تھا اور اس وقت ایک کُل بن چکا ہے۔ جاگیرداری نظام کے بعد جب صنعتی انقلاب آیا تو اس کے بطن سے سرمایہ دارانہ نظام معیشت نے جنم لیا اور وہ تمام خرابیاں جو جاگیردارانہ نظام میں تھیں سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں بھی در آئیں۔ وہی جبر وہی استحصال وہی طبقاتی تقسیم اور وہی انسانیت کی مظلومیت اور تذلیل۔ اس جبر و استحصال نے ظلم کی چکی میں پسنے والے انسانوں کو اس بات پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنی فلاح کی کوئی راہ تلاش کریں۔ اس دوران میں اشتراکیت کے فلسفے نے جنم لیا اور محنت کش طبقے کو ایسے سبز باغ دکھائے کہ صدیوں سے یہ مظلوم طبقہ مسحور ہو کر اشتراکیت کی گود میں چلا گیا لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں انسان قتل کیے گئے حکومتوں کے تختے الٹے گئے۔ بستیاں ویران کی گئیں اور سروں کے مینار تعمیر کیے گئے۔ دعویٰ کیا گیا کہ ہم طبقاتی فرق کو مٹا کر سارے انسانوں کو ایک معیارِ زندگی دیں گے۔ مذہب اور

روحانیت کو افیون قرار دیا گیا اور لینن نے اعلان کیا کہ "ہم نے روس سے خدا کو نکال باہر کیا ہے" اب روس سپر پاور بن چکا تھا۔ جنگ عظیم دوم کے بعد اس کے حیطۂ اقتدار میں مشرقی یورپ کی بہت سی ریاستیں آ گئیں۔ ان ریاستوں کے بسنے والوں کو بھی وہی سحر انگیز خواب دکھایا گیا جو روس میں بسنے والوں کو دکھایا گیا تھا دنیا نے سمجھ لیا کہ اب امن و آشتی کا زمانہ آئے گا۔ جبر و ظلم کا خاتمہ ہوگا طبقاتی امتیازات رخصت ہو جائیں گے اور سارے انسان پرسکون زندگی مساویانہ انداز میں بسر کرنے کے قابل ہوں گے۔ مگر انسانیت کو کیا ملا؟ صرف اتنا ہوا کہ چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کو ختم کر کے ایک بہت بڑا بہت با اختیار جابر و مستبد سرمایہ دار حکومت کی شکل میں وجود پذیر ہوا جس نے انسانی فکر، معاش، علوم، عقائد، اخلاق تہذیب حتیٰ کہ تصورات پر بھی پہرے بٹھا دیے اور لوگوں نے ایسا محسوس کیا گویا کہ وہ کسی جہنم زار میں زندگی بسر کر رہے ہیں آخر تنگ آ کر پولینڈ، ہنگری، بلغاریہ، چیکوسلاویکیہ اور مشرقی جرمنی نے اپنی گردن سے غلامی کا یہ جوا اتار کر پھینکنا شروع کر دیا ہے دیوار برلن گرائی جا چکی ہے اور اس کے ٹکڑے بطور تبرک و تحفہ تقسیم کیے جا رہے ہیں یا فروخت کیے جا رہے ہیں خود روس کی ریاستوں نے بغاوت شروع کر دی ہے اور لیتھونیا نے صدر گوربا چوف کی اس اپیل کو کہ وہ ماسکو کی کمیونسٹ پارٹی سے الگ نہ ہو، مسترد کر دیا ہے امید ہے کہ انشاء اللہ العزیز بہت جلد سپر پاور روس کا تیا پانچا ہو جائے گا۔

پس ثابت ہوا کہ نہ سرمایہ دارانہ نظام معاشی ناہمواری کو دور کر سکتا ہے اور نہ اشتراکیت کے پاس اس کا کوئی حل ہے۔ یہ وہ وقت ہے جب اہل اسلام کو انسانیت کی دستگیری کرنی چاہیے اور دنیا کو بتانا چاہیے کہ اس کا حل ہمارے پاس ہے۔ ہم انسان کی ذاتی ملکیت کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم محنت کی عظمت کے بھی علمبردار ہیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ آجر اور اجیر کے درمیان جو معاملات طے ہوں گے ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اجیر، آجر کا غلام بن جائے اور آجر اس کا خون چوس کر اس کی ہڈیوں پر عیش و تنعم کے محل تیار کرے۔ اس کے بچوں کے آنسوؤں سے اپنے محل میں قمقمے روشن کرے بلکہ دونوں ہم پلہ اور معزز و محترم ہیں اور دونوں کے درمیان ایک مخصوص معاوضے کی بنیاد پر ایک معاہدہ طے پاتا ہے۔ جس کا احترام دونوں کو کرنا ہوگا۔ اجیر اپنے فرائض

ادا کرے گا اور آجر کمال دیانت داری سے طے شدہ معاوضہ ادا کرے گا۔ نیز کسی کی طرف سے فرائض مفوّضہ کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہوگی۔ حوالے کے لیے حضرت شعیب علیہ السّلام اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے مابین اجرت کا معاہدہ قابلِ غور ہے۔ نیز استرضاع کا جو معاملہ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۳۳ میں بیان کیا گیا ہے وہ ایسی چیز نہیں ہے کہ اس سے آدمی سرسری طور پر گزر جائے۔ دو لفظوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کچھ فرما دیا ہے۔ ان آیتوں پر اگر صحیح معنوں میں غور وخوض کیا جائے تو نہایت اہم اصول کا استنباط کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری شریف جلد اول کتاب الایمان میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے جو حدیث مروی ہے وہ نہایت قابلِ غور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یأکل ویلبسہ مما یلبس وَلا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلّفتموھم فاعینوھم

ترجمہ: غلام ملازم اور مزدور تمہارے بھائی ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا ماتحت بنایا ہے تو جس آدمی کا ماتحت اس نے اس کے کسی بھائی کو کیا ہے اس کا فرض ہے کہ جو وہ خود کھائے اس کو بھی کھلائے اور خود جو پہنے اسکو پہنائے اور ان سے ایسا سخت کام نہ لو جو انہیں نڈھال کر دے اور اگر ان سے ایسا کام لینا پڑے تو تم بھی اس میں شریک ہو کر ان کی مدد کرو۔

اس حدیث میں "خَوَل" کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بقول فرّآء خائل کی جمع ہے اس میں غلام ملازم مزدور سب داخل ہیں۔ کھلانے سے مراد معیارِ زندگی ہے اور عمل میں شرکت سے مراد مشارکت ہے۔

اگر صرف اس حدیث پر عمل کر لیا جائے تو آجر اور اجیر کے درمیان تمام نزاعات کا تصفیہ ہو سکتا ہے۔ علامہ عینی نے اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے چند نکات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اخوت ومساوات | مزدور (اجیر) آجر کا بھائی ہے یعنی دونوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے مفاد میں شریک ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر آجر کا نقصان ہوتا ہے تو وہ بعینہ اجیر کا نقصان ہے۔ اور اگر اجیر کا نقصان ہوتا ہے تو وہ بعینہ آجر کا نقصان ہے۔ آجر اور اجیر اگر بھائی قرار پاتے ہیں تو ایک کی بے حرمتی دوسرے کی بے حرمتی ہے اور ایک کی عزت دوسرے کی عزت ہے۔ جس طرح دو بھائیوں کے درمیان اخلاقاً یہ روا نہیں ہے کہ ایک بھائی کی اولاد تو اونچے محلوں میں رہے عیش و تنعم کی زندگی گزارے لباس فاخرہ زیب تن کرے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرے اچھی سواریاں استعمال کرے اور دوسرے بھائی کی اولاد جھونپڑوں میں زندگی گزارے مضر صحت کھانے کھائے، گلیوں میں رُلتا پھرے، جاہل رہ جائے۔ بیمار ہو تو علاج کا سامان نہ ہو، ہر چیز کے لیے ترستا رہے جبکہ دونوں بھائیوں کا وسیلۂ رزق ایک ہی ہے یعنی کارخانہ۔

۲۔ عدم ترفّع یعنی یہ سمجھنا کہ کارخانہ دار مزدور پر فضیلت رکھتا ہے اور مزدور اس کے مقابلے میں حقیر ہے غلط ہے۔ کیونکہ اسلام میں امارت و غربت اور اجارہ کی بنیاد پر ترفّع نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے کرامت اور ترفّع کی بنیاد تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ دار یا کارخانہ دار مزدور کے مقابلے میں بہت بلند سوشل اسٹیٹس رکھتا ہے اور اشتراکی نظام میں حکومت کا مقرر کردہ کارندہ کارخانے میں کام کرنے والے مزدوروں کی قسمت کا مالک ہوتا ہے۔ اس حدیث کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمایہ داری اور اشتراکی نظام کے دونوں بتوں کو توڑ دیا ہے اور ترفّع و کرامت کی بالکل دوسری ہی بنیاد قائم فرمائی جو اگر معاشرے میں عام ہو جائے اور آجر و اجیر کے درمیان بالخصوص تقویٰ اور خوفِ خدا پیدا ہو جائے تو سارے جھگڑے نمٹ جائیں گے کیونکہ تقویٰ اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک انسانی کردار میں مکمل طور پر "ایثار" نفوذ نہیں کر جاتا۔ اگر دونوں فریق ایثار کرنے لگیں اور اپنے مفاد پر اپنے بھائی کے مفاد کو ترجیح دیں تو پھر آپ خود غور فرمائیں کہ تالہ بندی، ہڑتال اور تصادم کہاں باقی رہے گا؟

۳۔ منع تکلیف یعنی آجر اجیر کو ایسے عمل پر مجبور نہ کرے جس کے کرنے کے بعد وہ نڈھال ہو جائے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ ایسا کرنا حرام ہے اور

ایسا کرنے والا سخت گناہگار ہوگا۔ شرکت فی العمل کی قید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے لگائی ہے تاکہ آجر کو اجیر کی مؤنت و مشقت کا احساس ہو بقول حافظ شیرازی

شب تاریک و بیم موج و گردابے چنیں حائل
کجا دانند حال ما سبک ساران ساحلہا

یعنی جو ساحل پر بیٹھا ہوا دور سے نظارہ کر رہا ہے وہ اس آدمی کی کیفیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا جو رات کی تاریکی میں موجوں سے لڑ رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ خود مشارکت کی خاطر ہی سہی ایک مرتبہ سمندر میں اتر جائے اور اسے موجوں سے لڑنا پڑے تب اسے اندازہ ہوگا کہ اہل مشقت کو مشقت اٹھانے میں کیسی تکلیف ہوتی ہے۔ آپ غور فرمائیں کیا دنیا میں اس سے بڑھ کر انسان دوستی اور عظمتِ محنت کے اعتراف کا کوئی اصول ہو سکتا ہے؟

ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کش طبقہ اور مزدوروں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

اکرموھم ککرامة اولادکم واطعموھم مما تطعمون

(ان کی اتنی ہی عزت کرو جتنی اپنی اولاد کی کرتے ہو اور انہیں وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو)

یعنی ان کو محض معاشی حیوان نہ سمجھو بلکہ ان کے سینے میں بھی دل ہے اور ان کے بھی کچھ معاشرتی احساسات ہیں جن کا تمہیں لحاظ رکھنا چاہیے لہذا جس طرح تم اپنی اولاد کی اعانت کرتے ہو اسی طرح ان کی بھی رعایت کیا کرو اور ان کے بھی معیار زندگی کو اپنی اولاد کے معیار زندگی کے مطابق بنانے کی کوشش کیا کرو۔

آخرت میں جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت اور آپ کی رحمت سے محروم ہوں گے ان کا ذکر فرماتے ہوئے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رجل استأجر اجیرًا فاستوفی منه ولم یعطه اجره

ترجمہ: جس شخص نے کسی مزدور کو مزدوری پر رکھا پھر اس سے پورا پورا کام لیا اور اس کی مزدوری مار بیٹھا۔

علماء نے لکھا ہے کہ مزدوری مار بیٹھنے میں وہ شخص بھی داخل ہے جو کام تو پورا لے لیکن کام کی مناسبت

سے مزدوری کم دے۔ ایک روایت میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

اعطوا الاجیرا جرہٗ قبل ان یجف عرقہٗ

مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

لا یدخل الجنۃ سیئ الملکۃ

(اپنے ماتحتوں سے بدخلقی اور بد معاملگی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا)۔

ذرا ان روایات کو پیش نظر رکھیں اور غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی عظمت کا کس انداز میں اعتراف فرمایا ہے اور ایک ایسے طبقے کو جو صدیوں سے مظلوم و مقہور تھا آپ نے کس طرح اپنی چادر رحمت میں چھپا لیا۔ اسی کو کہتے ہیں کہ جس کا کوئی وارث نہیں اس کے وارث محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک صحابی کے ہاتھ پر گٹے دیکھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تم نے اپنے ہاتھ میں سیاہی لگائی ہوئی ہے؟ صحابی نے جواب دیا: میں دن بھر پھاوڑا چلاتا ہوں اور محنت مزدوری کرکے روٹی کماتا ہوں اس لیے میرے ہاتھ میں گٹے پڑ گئے ہیں روایتوں میں آتا ہے کہ آپؐ نے صحابی کے اس ہاتھ کے گٹوں کو چوم لیا کہ وہ محنت کرنے کی وجہ سے ان کے ہاتھ میں پڑ گئے تھے۔

اوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس کی حیثیت "مشتے نمونہ از خروارے" کی ہے۔ قرآن وسنت میں بے شمار آیات و احادیث سے محنت کی عظمت ثابت ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں لینا چاہیے کہ اسلام صرف اجیر ہی کے فائدے کی بات کرتا ہے۔ ایسا نہیں۔ قرآن نے مزدور پر بھی فرائض عائد کئے ہیں اسی لیے حضرت موسیٰ اور شعیب علیہما السلام کے واقعہ میں مزدور کی خصوصیت "قوی ہونا" اور "امانتدار رہنا" بیان کی گئی ہے۔ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الخازن الامین الذی یؤدی ما امر بہ طیبۃ نفسہ۔

خازن اور امین وہ شخص ہے کہ اس کو جو کام سپرد کیا جائے اسے نہایت خندہ پیشانی

سے سرانجام دے ۔

بخاری شریف جلد اول میں ایک روایت ہے ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :

ان اللہ یحب اذا عمل احدکم عملاً ان یتقنہٗ

(اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ تم جب کوئی کام کرو تو اس میں مضبوطی کا خیال رکھو)

خلاصہ امر یہ ہے کہ موجودہ معاشی تصادم اور بے چینی کا حل سرمایہ و محنت کے مابین نزاع کو صلح اور محبت کے ماحول میں اگر حل کرنا ہے تو اس کا حل آپ کو قرآن و سنت کے سوا کسی جگہ نہیں ملے گا ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ محققین اس اہم ترین مسئلہ کی طرف توجہ فرمائیں اور اس مسئلہ کا حل منضبط شکل میں جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پیش کریں کہ یہ امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے ۔ کیونکہ یہ امت خیر امت ہے اور اللہ کریم نے اس امت پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ جب بھی انسانیت گمراہی کے دلدل میں پھنسے تو یہ امت قرآن و سنت کی شمع ہاتھ میں لے کر انسانیت کی رہبری کا فریضہ سرانجام دے ۔ (وما علینا الا البلاغ)